گوشہ فقہاء

اسفر این کے ایک شافعی فقیہ

امام ابو اسحاق اسفر ائنیؒ

(از عمیر الصدیق دریابادی)

خراسان کی بستی اسفر ائن (۱) کی خاک سے ایسی متعدد ہستیاں اٹھیں جن کی وجہ سے اسفر ائن کا نام اسلام کی علمی تاریخ میں زندۂ جاوید ہو گیا۔ ان میں امام ابو اسحاق اسفر ائنی اور امام ابو حامد اسفر ائنی خاص طور پر اس لئے قابل ذکر ہیں کہ ان کے بغیر فقہائے شافعیہ کا کوئی تذکرہ مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ امام ابو اسحاق اگر قاضی ابو الطیب طبری، امام ابو القاسم قشیری اور امام بیہقی جیسے ائمہ وقت کے استاد اور علوم فقہ و کلام میں امام زمانہ ہوئے تو امام ابو حامد کی شان اس سے ظاہر ہے کہ ان کو شافعی ثانی کہا گیا۔ ذیل میں ان دونوں نامور فقیہوں کے سوانح کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

---

(۱) اسفر ائن کے متعلق معجم البلدان میں لکھا ہے کہ یہ نیشاپور سے جرجان کے راستہ میں ٹھیک نصف فاصلہ پر ہے۔ امام سمعانی نے لکھا کہ یہ چھوٹا سا شہر ہر دور میں بڑا مردم خیز رہا ہے۔ یاقوت حموی کے الفاظ میں چھوٹا ہونے کے باوجود مضبوط و مستحکم شہر ہے۔ نام کے سلسلے میں ایک روایت ہے کہ یہاں کے باشندے اپنے ساتھ ایک سپر رکھتے تھے اسی لئے اس بستی کو سپر این کہا گیا، لیکن اس کا مشہور قدیم نام مہرجان ہے۔ کسی بادشاہ نے یہاں کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر یہ نام رکھا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ بادشاہ اسفندیار ہو جس نے اسے اپنے نام پر بسایا تھا۔ کہتے ہیں کہ بعد میں بدلتے بدلتے یہ اسفر ائن ہو گیا۔ ساتویں صدی ہجری میں اسے مغلوں نے تباہ کیا اور گیارہویں صدی ہجری میں ازبکوں نے اسے تاراج کیا۔ یہاں کے باشندے عموماً فقہ شافعی پر عمل پیرا تھے۔ یہاں کے اور ناموروں میں ابو یعقوب بن اسحاق ۳۰۶ھ، محمد بن علی ابو علی ۳۹۳ھ اور مشہور ماہر فلکیات عصام الدین فلکی ۱۵۳۸ء بھی ہیں۔ ان کے علاوہ روایت یہ بھی ہے کہ نوشیرواں عادل بھی یہیں پیدا ہوا تھا۔ محمود غزنوی کے مربی ابو العباس فضل بن احمد بھی اسی شہر کے فرزند تھے۔ (روضات الجنات صفحہ ۷ ۴)

امام ابو اسحاق اسفرائنیؒ

امام صاحب کا پورا نام و نسب اس طرح ہے، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن مہران، رکن الدین لقب اور ابو اسحاق کنیت ہے۔ وطنی نسبت اسفرائنی ہے اور اسی سے مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت :

ابتدائی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ تاریخ ولادت کا بھی ذکر نہیں ملتا۔ مگر بعض تذکرہ نگاروں کے قول کے مطابق ۴۱۸ھ میں جب ان کا انتقال ہوا تو عمر قریباً ۹۰ برس کی تھی[1]۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ۳۲۸ء کے کچھ پہلے پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے سلسلے میں بھی تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ مگر نیشاپور کے قریب ہونے اور وہاں کے علماء سے اکتساب علم کی وجہ سے گمان غالب ہے کہ وہ جلد ہی نیشاپور گئے اور امام ابو بکر اسماعیل اور ان کے معاصر علمائے حدیث و فقہ سے تعلیم حاصل کی[2]۔ بعد میں مزید تعلیم کے لئے عراق کا سفر کیا اور وہاں امام ابو بکر محمد بن عبداللہ شافعی اور امام ابو محمد دعلج بن احمد سنجری اور ان کے ہم عصر چند اور علماء و فقہاء سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے علاوہ جن اور علماء سے انہوں نے استفادہ کیا ان میں ابو بکر محمد بن یزداد، ابو جعفر محمد بن علی جرسقانی اور ابو احمد محمد بن احمد عطریفی وغیرہ کے نام بھی تذکروں میں ملتے ہیں[3]۔ عراق میں انہوں نے طالب علمی کا جو وقت گزارا وہ اس درجہ کامیاب رہا کہ بقول سمعانی ''انہوں نے وہ سب حاصل کر لیا جو دوسرے نہ کر سکے تھے''[4]۔ چنانچہ جب وطن واپس آئے تو اس وقت عراق و خراسان دونوں علاقوں کے علماء و فضلاء ان کی فضیلت اور اولیت کے معترف ہو چکے تھے[5]۔

نیشاپور میں قیام :

عراق سے واپس ہوئے تو مستقل قیام کی غرض سے وطن ہی کا انتخاب کیا اور یہیں قاضی ابو الطیب طبری نے ان سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں طبری نے ایک فقیہ اور امام اسفرائنی کے خاص شاگرد کی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل کی[6]۔ لیکن وطن میں امام

(۱) شذرات الذہب جلد سوم، صفحہ ۲۱۰۔

(۲) طبقات کبریٰ، سبکی جلد سوم، صفحہ ۱۱۱۔

(۳) طبقات کبریٰ، سبکی و تہذیب الاسماء جلد دوم، صفحہ ۳۴۔

(۴) انساب جلد اول صفحہ ۳۴۔

(۵) ایضاً

(۶) وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۶۔ تہذیب الاسماء جلد دوم صفحہ ۱۲۹؛ طبقات ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۵۸۔

اسفرائنی کے قیام کی مدت اس لئے مختصر رہی کہ اہل نیشاپور مصر تھے کہ وہ نیشاپور میں ہی قیام کریں، نیشاپور کے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خواہش کا مسلسل اصرار کرتے رہے آخر جب اصرار زیادہ ہوا تو نیشاپور تشریف لے گئے اور پھر تادم آخر وہیں رہے۔

مدرسہ نیشاپور :

ان کے سوانح میں یہ بات بڑے فخر کے ساتھ بیان کی جاتی ہے کہ نیشاپور میں ان کے لئے خاص طور سے ایک مدرسہ بنایا گیا تھا۔ یہ اس شان کا تھا کہ کم از کم نیشاپور میں اس سے پہلے کوئی اور ایسا مدرسہ نہیں بنا تھا۔ اسی میں انہوں نے حدیث و فقہ کا درس دیا۔ نیشاپور میں مسجد عقیل نامی ایک مسجد تھی اس میں بھی ان کی ایک خاص مجلس صرف حدیث کے املا کے لئے منعقد ہوتی[۱]۔ اس میں سب سے پہلے انہوں نے محرم ۱۱۲ھ میں حدیث کا املا کرایا۔ تذکروں میں اس حدیث کا بھی ذکر ہے جس سے انہوں نے اپنا درس املا شروع کیا تھا :

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بعثت علی اثر ثمانیة آلاف نبی، منهم اربعة آلاف من بنی اسرائیل[۲]

تلامذہ اور رواۃ :

ان کے شاگردوں میں ان کے سوانح نگاروں کے مطابق خراسان اور خاص طور پر نیشاپور کے بے شمار لوگ ہیں، مگر خود ان کے لئے باعث فخر و ناز شاگردوں میں امام بیہقی، امام ابو القاسم قشیری اور قاضی ابو الطیب طبری جیسے نامور محدثین و فقہاء ہیں۔ قاضی طبری نے علم کلام و اصول حدیث میں خاص طور پر ان سے فیض حاصل کیا۔ امام قشیری ان کی مجلسوں میں پابندی سے شریک ہوتے اور امام بیہقی کے متعلق لکھا جاتا ہے کہ وہ ان کی کتابوں کے سب سے بڑے راوی ہیں[۳]۔ ان ائمہ کے علاوہ ابو السائب ہبۃ اللہ بن ابی الصہباء اور محمد بن ابی الحسن بالوی کا شمار بھی ان کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا ہے۔

علوئے مرتبت :

ان کے بلند مرتبت ہونے کا ذکر شاندار الفاظ میں کیا گیا ہے۔ ابن خلکان نے الاستاذ

---

(۱) انساب حوالہ سابقہ

(۲) طبقات کبریٰ جلد سوم صفحہ ۱۱۳۔

(۳) وفیات جلد اول صفحہ ۲۔

اور سمنانی نے استاذ امام کے الفاظ سے ان کو یاد کیا ہے۔ امام حاکم ابو عبداللہ ان کے بزرگ معاصرین میں ہیں اس کے باوجود وہ لکھتے ہیں کہ ابو اسحاق فقہ، اصول فقہ اور علم کلام کے ایسے عالم ہیں جنہیں دست سبقت حاصل ہے(۱)۔ امام ذہبی اور قاضی ابن شہبہ نے ان کو شیخ اہلِ خراسان لکھا(۲)۔ امام یافعی نے ان کی شان میں الامام الکبیر، الاستاذ الشہیر اور احد الاعلام جیسے القاب استعمال کئے(۳)۔ امام نودی نے یہ قول نقل کیا کہ استاذ ابو اسحاق کا شمار ان علماء میں ہے جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ علوم فقہیہ میں ان کو تبحر حاصل تھا اور امامت کی تمام شرائط عربیت، فقہ، کلام، اصول اور معرفت کتاب و سنت ان میں موجود تھیں(۴)۔ خود امام نودی کا قول ہے کہ استاذ اسفرائنی کے ہم عصر دو اور علماء تھے اور ان تینوں نے حدیث و سنت کے کلامی مسائل میں مسلک اشاعرہ کو تقویت پہنچائی۔ باقی دونوں علماء امام ابو بکر باقلانی صاحب اعجاز القرآن واسرار الباطنیہ اور امام ابو بکر بن فورک ہیں(۵)۔ صاحب ابن عباد اپنے مسلک اعتزال کی وجہ سے ان تینوں کے مخالف تھے۔ لیکن علم و فضل کے قائل تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے ان تینوں کی صفات یوں بیان کی کہ باقلانی بحر مغرق (سحر بے کراں) ابن فورک صل مطرق (باران بے پایاں) اور اسفرائنی نار محرق (آتش سوزاں) ہیں(۶)۔ امام سبکی نے بھی ان کو الاستاد اور علم کلام واصول و فروع کے امام اور جامع العلوم کی حیثیت سے یاد کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ تمام ائمہ ان کی تعظیم و تکریم پر متفق اور ان میں امام کی جملہ شرائط پائے جانے کے معترف ہیں، یہ بھی لکھا کہ وہ ثقہ اور ثبت تھے(۷)۔ ابن ہدایہ نے مذکورہ صفات کے ساتھ امام لغات اور متقی کا اضافہ کیا(۸)۔ ابو عمرو بن الصلاح نے لکھا کہ استاذ ابو اسحاق نے اصول فقہ میں فقہائے شافعیہ کے مسلک کو بڑی تقویت دی۔ لیکن چند مسائل ان فقہاء کے لئے خاصے پیچیدہ اور مشکل تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے ان مسائل میں امام شافعی کی موافقت اور تائید سے پہلو تہی کی تھی، مگر استاذ ابو اسحٰق نے ان فقہاء کے اصولوں ہی کی روشنی میں ان مسائل کو حل

(۱) طبقات ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۵۸ و شذرات الذہب جلد سوم صفحہ ۲۰۹۔
(۲) طبقات ابن شہبہ جلد اول صفحہ ۱۵۸ و شذرات الذہب جلد سوم صفحہ ۳۰۹ والعبر جلد سوم، صفحہ ۱۲۸۔
(۳) مرآۃ الجنان جلد سوم صفحہ ۳۱۔
(۴) تہذیب الاسماء واللغات جلد سوم صفحہ ۱۶۹۔
(۵) ایضاً
(۶) طبقات کبریٰ وابن شہبہ حوالہ سابق۔
(۷) طبقات کبریٰ
(۸) طبقات ابن ہدایہ صفحہ ۴۵۔

کیا، ان میں ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ کیا قرآن کے حکم کو سنت کے ذریعے منسوخ کیا جا سکتا ہے ؟ ایک بحث یہ بھی تھی کہ جب ایک ہی مسئلہ پر مجتہدین میں تعدد آراء کے ساتھ تضاد آراء بھی ہو تو راہ صواب پر ایک ہی مجتہد ہوگا، بخلاف اس قول کے کہ ہر مجتہد مصیب ہے خواہ ان میں سے کوئی غلط استدلال اور قیاس باطل پر ہو اور کوئی زندیق ہو۔ اس قول میں جو ابہام ہے وہ مخفی نہیں، لوگوں نے اس کو امام شافعی کی جانب منسوب کیا تھا۔ اس وجہ سے بعض پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ امام اسفرائنی نے ثابت کیا کہ امام شافعی سے اس قول کی نسبت درست نہیں۔ امام اسفرائنی کی شان میں امام عبدالغافر کا یہ قول بھی نقل کرنے کے لائق ہے کہ وہ صرف نیشاپور کے لئے ہی نہیں پورے مشرق کے لئے مایہ ناز وافتخار تھے [۲]

زہد و تقویٰ :

علم کی دولت کے ساتھ وہ عمل کی نعمت سے بھی بہرہ یاب تھے۔ ان کے کمالات علمی کے جلو میں ان کی عبادت، ریاضت، تقویٰ اور انابت کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے۔ امام نووی نے لکھا کہ وہ عابد و زاہد اور تقویٰ و پرہیزگاری میں ہر کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کی صفات میں آخری بات یہ کہی کہ امام ابو اسحاق کے فضائل و کمالات کے بیان کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے [۳]۔

سفارت :

ایک روایت کے مطابق خلیفہ عباسی نے ان کو ملک روم کے پاس نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں تفصیلات نہیں ملتیں۔ صاحب روضات الجنات نے یہ اشارہ ضرور کیا ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جائے مگر ہماری نظر سے یہ واقعہ کہیں نہیں گزرا۔

تصنیفات :

ان کی تصنیفات کا ذکر بھی تذکروں میں اہمیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قاضی ابن شہبہ نے ان کو کثیر التصانیف لکھا اور ابن خلکان اور امام یافعی نے ان کی کتابوں کو جلیل القدر کہا۔ امام سبکی نے بھی ان کی تالیفات کو اعلیٰ درجہ کی بتایا۔ مگر ہم ان کی چند کتابوں کے ہی ناموں سے

---

(۱) تہذیب الاسماء حوالہ سابقہ

(۲) طبقات کبریٰ و رفیات جلد اول صفحہ ٦

(۳) تہذیب الاسماء۔

واقف ہو سکے۔ ان کی سب سے اہم کتاب جس کا ذکر قریباً ہر تذکرہ نگار نے کیا ہے وہ جامع الحلی فی اصول الدین والرد علی الملحدین ہے۔ ابن خلکان نے اسی نام کے ساتھ اس کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انہوں نے اس کی پانچ جلدیں دیکھی تھیں[1]۔ علامہ چلپی نے اس کا پورا نام جامع الحلی و الخفی فی اصول الدین والرد علی الملحدین لکھا ہے[2]۔ اس کے علاوہ اصول فقہ میں ان کے ایک رسالہ کا ذکر ملتا ہے جو دراصل امام ابن الحداد کی کتاب الفروع کی شرح اور تعلیق ہے۔ اس سے پہلے اس کی ایک شرح امام قفال شاشی نے لکھی تھی۔ بعد میں قاضی ابوالطیب طبری، امام فورانی اور امام صیدلانی نے بھی اس کی شرحیں لکھیں[3]۔ ایک اور کتاب کا ذکر بھی آتا ہے جس کی تخریج حاکم ابو عبداللہ نے دس حصوں میں کی تھی[4]۔ مگر اس کتاب کا اصل نام کسی نے نہیں لکھا۔

مناظرے :

دوسرے کمالات اور علوم و فنون میں مہارت کے ساتھ ہی امام ابو اسحٰق کے مناظروں کا ذکر بھی ملتا ہے، عموماً ان کے مناظرے معتزلہ سے ہوئے۔ امام سبکی نے مشہور معتزلی قاضی عبدالجبار سے ان کے ایک مناظرہ کے حال کو مختصراً نقل بھی کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تنزیہہ باری تعالیٰ، مشیت، جبر، قضا جیسے مسائل پر ہی یہ مناظرے برپا ہوتے تھے۔

وفات :

نیشاپور میں طویل قیام کی وجہ سے ان کو اس شہر سے خاص الفت ہو گئی تھی۔ ایک بار فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ آخری بار اپنی آنکھیں یہیں بند کروں، تاکہ یہاں کے باشندے میرے نماز جنازہ میں شریک ہوں۔ ٹھیک پانچ مہینوں کے بعد ان کی یہ آرزو پوری ہوئی، عاشورا کے روز ۴۱۸ھ میں وہ اپنے مالک سے جا ملے۔ اس دن بارش ہو رہی تھی، ظہر کے بعد سورج نکل آیا۔ مقبرہ خیرہ میں امام موفق نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ابوبکر طرطوسی کے

---

(۱) وفیات۔
(۲) کشف الظنون جلد اول صفحہ ۳۶۱۔
(۳) ایضاً۔
(۴) شذرات الذہب جلد سوم صفحہ ۲۰۹۔

قبرستان میں تدفین ہوئی۔ بعد میں ان کے صاحبزادے اسفرائن کے باشندوں کی بڑی جمعیت کے ساتھ آئے۔ ان کو اصرار تھا کہ امام صاحب کی آخری آرام گاہ اسفرائن ہی میں ہو۔ چنانچہ تین دن کے بعد میت کو پھر قبر سے نکالا گیا اور اسفرائن کے آبائی قبرستان میں دوبارہ تدفین ہوئی[1]۔ امام سمعانی متوفی ۵۶۲ھ نے ان کی قبر کی زیارت کی تھی۔ مشہور تھا کہ امام ابو اسحٰق کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں[2]۔

وفات کے وقت عمر قریباً ۹۰ برس یا کچھ زیادہ تھی[3]۔

مسائل :

امام سبکی نے ان کے بعض اقوال و مسائل نقل کئے ہیں جن کا تعلق باب الحق سے ہے۔ امام نووی نے بھی ایک دو مسئلے نقل کئے ہیں۔ بعض کتب فقہیہ میں کہیں کہیں ان کے چند تفردات کا ذکر ہے اور یہی ان کا معلوم علمی متروکہ ہے۔ ممکن ہے کہیں سے ان کے کسی مخطوطہ کی دریافت کی خبر آجائے تو ان کی تحقیق و تدقیق کے بعض امور سامنے آئیں۔

---

(۱) تہذیب الاسماء وفیات، شذرات اور انساب بحوالہ سابق۔

(۲) انساب بحوالہ سابق۔

(۳) شذرات الذہب جلد سوم صفحہ ۲۰۹۔